ہیں یہ باریک سے چمکتے ہوئے تارے جو تمہیں نظر آرہے ہیں یہ دراصل تمہاری زمین سے بھی بڑے کرے ہیں اور ان میں زمین ہی کی طرح آبادیاں ہیں تو لوگ اس کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوتے اور نبی کے متعلق کہتے کہ یہ تو بالکل خلاف عقل باتیں کہتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح آج کل کے لوگوں سے جنت اور دوزخ اور میزان اور صراط کی باتیں کہی جاتی ہیں تو وہ ان کو خلاف عقل قرار دیتے ہیں۔ پس لوگوں کی جہالت اور ان کی ادنیٰ استعداد عقلی کا لحاظ کر کے حقیقت کو ایک ذرا سے استعارہ کے پردے میں بیان کیا گیا تاکہ ان کے لیے بالکل ہی ناقابل برداشت نہ ہو جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسی مصلحت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ان سے جب پوچھا گیا کہ ومن الارض مثلھن کی تفسیر کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ لو حدثتکم تفسیر ھذہ الایۃ لکفرتم وکفرکم تکذیبکم بھا "اگر میں تم سے اس آیت کی تفسیر بیان کردوں تو تم کافر ہو جاؤ گے۔ اور تمہارا کفر یہ ہوگا کہ تم آیت ہی کو جھٹلانے لگو گے" (رواہ مجاھد وسعید بن جبیر عن ابن عباس)۔

دوسری روایت جس کے متعلق سائل نے دریافت فرمایا ہے اس کا حوالہ انہوں نے نہیں دیا کہ ترمذی میں کس مقام پر ہے۔ راقم الحروف حافظ حدیث نہیں ہے، اور نہ اس کے پاس اتنا وقت ہے کہ کتب حدیث کی ورق گردانی کر سکے۔ جو لوگ سوال کی زحمت گوارا فرماتے ہیں وہ اتنی عنایت اور کیا کریں کہ حدیث کا پورا حوالہ دے دیں۔

ایک تنبیہ

ہمارے ایک نہایت محترم بزرگ اپنے ایک عنایت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"شخصیت پرستی پر آپ کا استدراک بہت خوب ہے۔ ہر پہلو سے قابل داد۔ البتہ اس کے صفحہ ۱۱۰ وصفحہ ۱۱۱ کو ایک بار پھر پڑھ لیجیے بعض جذبات کے تحت میں جو مثالیں درج کی گئی

ہیں ان سے ہم جیسے نفس پرست بہت کچھ ناجائز فائدہ اٹھالیں گے۔ پہلی چیز "کذب" اور "کذاب" کے معنی ہیں۔ ہمارے ہاں یہ لفظ بطور گالی کے مستعمل ہوتے ہیں اور پڑھنے والا یہی سمجھے گا۔ حالانکہ عربی میں اس کا ایک محل صرف "خلاف تحقیق"، "غیر مطابق واقعہ" "تحقیق ناصواب" کا ہے۔ نخعی، حضرت ابن عمر وغیرہ کے اقوال میں میرے نزدیک صرف یہی معنی ہیں۔ وہ دوسروں کو اردو کے محاورہ میں "جھوٹا" نہیں کہہ رہے ہیں، بلکہ محض ان کی تحقیق کو غیر صائب بتا رہے ہیں۔

امام ابوحنیفہ نے اعمش کے متعلق جو کچھ فرمایا اس کا بھی جو مطلب اردو عبارت سے ظاہر ہو رہا ہے وہ امام پر زیادتی ہے۔ وہ غصہ میں اگر یہ نہیں فرما رہے کہ اعمش تو اس درجہ کا فاسق تھا کہ نہ کبھی روزہ رکھا، نہ غسل جنابت کیا بلکہ محض مسئلہ الماء من الماء کی غلطی کی اہمیت ظاہر کرنے کو تاسف کے لہجہ میں فرما رہے ہیں کہ اگر اس مسئلہ پر عمل ہوا تو روزہ اور غسل عمر بھر بھی ادا کیے جائیں، اکارت رہیں گے۔

آپکا جو اصل پائنٹ ہے وہ ان مثالوں کے بغیر بھی بالکل صاف و واضح رہتا ہے پھر خواہ مخواہ ایک نئے فتنہ کے احتمال کو بھی کیوں گوارا کیا جائے"۔

تنبیہ ہمارے اس مضمون کے متعلق ہے جو صفر ۱۳۵۶ھ کے پرچہ میں "استدراک" کے زیر عنوان شائع ہوا تھا ہم دلی شکریہ کے ساتھ اس کو قبول کرتے ہیں۔ در اصل کوئی انسان خطا اور لغزش سے پاک نہیں ہے غلطی جس طرح دوسروں سے ہوسکتی ہے، ہم سے بھی ہوسکتی ہے اور دیانت کا اقتضاء یہ ہے کہ جب ہم کو کسی لغزش پر تنبیہ کیا جائے تو فوراً اپنی اصلاح کرلیں۔ حقائق کی تنقیح اور علم کی ترقی بغیر اس کے ممکن ہی نہیں کہ اہل علم ایک دوسرے کے کاموں پر تنقید کرتے رہیں، اور جن لوگوں پر تنقید کی جائے وہ علامیت کا پندار چھوڑ کر ایک طالب علم کی طرح استفادہ کی کوشش کریں۔ ہم نے ائمۂ حدیث و فقہ کی باہمی چشمکوں کا

ذکر صرف اس غرض کے لیے کیا تھا کہ جو لوگ جرح و تعدیل کے علم کو بالکل یقینی سمجھتے ہیں ان کی غلط فہمی دور کر دی جائے۔ اس قسم کی مثالوں سے استدلال کر کے اگر کوئی یہ نتیجہ نکالے کہ اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ بالکل ہی ناقابلِ اعتبار رہے، اور اس میں محدثین کرام نے رواۃ حدیث کے متعلق جتنی رائیں ظاہر کی ہیں وہ سب کی سب نفسانیت پر مبنی ہیں، تو یہ بڑی زیادتی ہوگی۔ انصاف یہ ہے کہ محدثین نے انتہا درجہ کی نیک نیتی اور غایت درجہ کی محققانہ صاف نظری کے ساتھ رجال حدیث پر تنقید کی ہے اور اشخاص کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش جو ایک انسان کر سکتا ہے اس میں کوئی کسر انہوں نے اٹھا نہیں رکھی ہے لیکن جو بات انسان کی قدرت سے باہر ہے اس کی ان سے امید رکھنا غلطی ہے۔ جن امورِ غیب تک انسان کا علم پہنچ ہی نہیں سکتا ان تک وہ کیسے پہنچ جاتے؟ اور جن کمزوریوں سے بشری علوم کا خالی ہونا ممکن ہی نہیں ہے آخر ان کا علم ان سے کیونکر خالی ہو سکتا تھا۔ اس حقیقت کو نظر انداز کر کے اگر کوئی شخص جرح و تعدیل کے علم پر بالکل ہی اعتماد کرے اور یہ سمجھ بیٹھے کہ رجال کے عدل، ضبط، حفظ اور ثقاہت وغیرہ کے متعلق جو رائیں ائمہ حدیث نے قائم کی ہیں وہ سب کی سب قطعی صحیح ہیں، تو یہ بھی ایک دوسری قسم زیادتی ہوگی۔ عدل کا طریق ان دونوں انتہاؤں کے وسط میں ہے اور وہ یہ ہے کہ جو حدیث تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچے اس کو روایت اور درایت دونوں کے معیار پر جانچ کر دیکھو۔ محدثین کی تحقیق سے بھی مدد لو، قرآن کے محکمات اور سنت کے متواترات و مشہورات پر بھی نظر رکھو، ائمہ مجتہدین کی آراء سے بھی استفادہ کرو۔ اور پھر خدا نے جو عقل اور سمجھ بوجھ تم کو عطا کی ہے اور آفاق و انفس کے متعلق جن معلومات سے تم کو بہرہ ور کیا ہے ان سے بھی کام لو۔ پچھلے علماء بھی یہی کرتے رہے ہیں اور اس زمانہ کے علماء کو بھی یہی کرنا چاہئے۔ نبی کے سوا کسی زمانہ کے انسانوں کی تحقیق دوسرے زمانہ کے انسانوں کو تحقیق سے بے نیاز نہیں کر سکتی۔